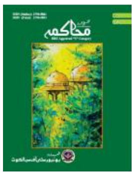

علمی و تحقیقی مجلہ "محاکمہ" یونیورسٹی آف سیالکوٹ

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ڈاکٹر یاسمین سلطانہ فاروقی، پروفیسر شعبہ میڈیا سائنسز، علما یونیورسٹی، کراچی

اردو ڈرامے کے فروغ میں پی۔ٹی۔وی کا کردار: تحقیقی مطالعہ

PTV's Role in the Promotion of Urdu Drama: A Research Study

Dr. Yasmeen Sultana Faroouqi, Professor Department Media Sciences, Ilma University Karachi.

dr.yasmeensultana@gmail.com

Abstract

Drama is a Greek word which means to show something by doing. Wajid Ali Shah is the creator of Urdu drama. Urdu drama was deeply influenced by Western drama. Agha Hashar gave a new twist to Urdu drama. Agha Hashar is also called Indian Shakespeare. After the establishment of radio stations in the Indian subcontinent, radio dramas started being broadcasted. Initially, dramas were created by drawing from Western stories and various legends. Pakistan Television stepped into this field and presented dramas under regular objectives. The aim of Pakistan Television was to promote religious harmony and mutual understanding in the country and the national language Urdu. The role of PTV in the promotion of fictional literature is very good. PTV's dramas successfully attempted to present social problems and their solutions. Dramas were presented on the unparalleled services of the Pakistan Armed Forces, which made people aware of the immense sacrifices made by the soldiers of the army. Dramas were presented for children. Historical dramas created awareness of history among the nation. PTV's services in fostering the spiritual concept of patriotism will always be remembered. The efforts of the Pakistan Arts Council are also commendable in this regard.

Keywords: Creator, Objectives, Religious harmony, Social issues, Consensus, Decline.

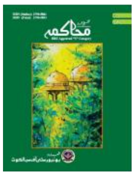

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

تلخیص: ڈراما یونانی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے کچھ کر کے دکھانا۔ واجد علی شاہ اردو ڈراما نگاری کے معمار ہیں۔ اردو ڈراما پر مغربی ڈراما کی گہری چھاپ دکھائی دیتی تھی۔ آغا حشر نے اردو ڈراما نگاری کو ایک نیا موڑ دیا۔ آغا حشر کو انڈین شیکسپیئر بھی کہا جاتا ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں ریڈیو اسٹیشن قائم ہونے کے بعد ریڈیو ڈرامے نشر ہونے لگے۔ شروع میں مغرب کی کہانیوں اور مختلف داستانوں سے اخذ کر کے ڈرامے تخلیق کیے گئے۔ پاکستان ٹیلی ویژن نے اس میدان میں قدم رکھا اور باقاعدہ مقاصد کے تحت ڈرامے پیش کیے۔ پاکستان ٹیلی ویژن کا مقصد ملک میں مذہبی ہم آہنگی اور آپس میں اتفاق اور قومی زبان اردو کو فروغ دینا شامل تھا۔ افسانوی ادب کے فروغ میں پی ٹی وی کا کردار بہت اچھا نظر آتا ہے۔ پی ٹی وی کے ڈراموں میں معاشرتی مسائل اور ان کا حل پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی۔ افواجِ پاکستان کی بے مثال خدمات پر ڈرامے پیش کیے گئے جس سے فوج کے سپاہیوں کی ازوال قربانیوں سے واقفیت ہوئی۔ بچوں کے لیے ڈرامے پیش کیے گئے۔ تاریخی ڈراموں سے قوم میں تاریخ سے آگہی کا شعور پیدا کیا گیا۔ حب الوطنی کے روحانی تصور کو پروان چڑھانے میں پی ٹی وی کی خدمات ہمیشہ یاد رہیں گی۔ پاکستان آرٹس کونسل کی کاوشیں بھی اس حوالہ سے قابلِ تحسین ہیں۔

کلیدی الفاظ: معمار، مقاصد، مذہبی ہم آہنگی، معاشرتی مسائل، اتفاق، ازوال۔

ڈراما اپنے مقام و مرتبے کے لحاظ سے تمام اصناف ادب سے جداگانہ حیثیت کا حامل ہے۔ ڈراما انسان کی تخلیق کے ساتھ ہی وجود میں آیا جب انسان نے بولنا سیکھا اور دوسرے انسان سے گفتگو شروع کی تب اس نے بولنے کے ساتھ ساتھ اپنی گفتگو کو موثر کرنے کے لیے حرکات و سکنات کا سہارا لیا۔

> "انسان میں کہانی سننے کا شوق شروع سے ہی تھا، چنانچہ دن بھر کی محنت و مشقت کے بعد جب شام کو سب لوگ ایک جگہ جمع ہوتے تو وہ آپس میں بیتے ہوئے واقعات کا ذکر بھی کرتے تھے۔ کوئی اپنے شکار کا قصہ بیان کرتا تو کوئی اور واقعہ بیان کرتا۔ اس طرح لوگوں میں قصے کہانی سننے اور سنانے کا شوق بڑھتا گیا اور اسی شوق نے آگے چل کر ڈرامے کا روپ بھی اختیار کر لیا"[i]

ڈرامے کے لیے صرف بولنا ضروری نہیں بلکہ کرداروں کے بولنے کے ساتھ ساتھ ان کا ہاتھ، آنکھوں اور چہرے کے تاثرات سے اپنی بات کو مزید بہتر کرنا ہوتا ہے۔ ڈراما یونانی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے کچھ کر کے دکھانا۔ ارسطو نے ڈرامے کے چھ اجزائے ترکیبی بیان کیے ہیں۔ ڈرامے کا سب سے اہم جزو پلاٹ ہے۔ کہانی میں واقعات کو ایک لڑی کی طرح پرونا پلاٹ کہلاتا ہے۔ پلاٹ میں ڈرامے کے مناظر ایک مخصوص انداز میں ترتیب دیے جاتے ہیں۔ اس طرح ناظرین کی ڈرامے کے ساتھ وابستگی قائم رہتی ہے۔ پلاٹ کی دو اقسام بتائی جاتی ہیں سادہ پلاٹ اور پیچیدہ پلاٹ۔ پلاٹ کو چھ حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے حصے کو آغاز کہا جاتا ہے جس میں ڈراما نگار اپنے ڈرامے کے کرداروں کو ناظرین کے سامنے لاتا ہے۔ اس کے بعد ابتدائی واقعہ بہت اہمیت کا حامل ہے کیونکہ پہلے منظر میں ڈراما

علمی و تحقیقی مجلہ "محاکمہ" یونیورسٹی آف سیالکوٹ

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

نگار نے ناظرین کو اپنی طرف متوجہ کرنا ہوتا ہے۔ اس لیے اچھے ڈرامے کے لیے اس کا پہلا منظر متاثر کن ہونا چاہیے۔ اس کے بعد کشمکش بھی بہت ضروری ہے۔ کشمکش کے بغیر کوئی ڈراما آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اس کے بعد سنتھا اور تنزل جہاں ڈراما نگار اپنی کہانی کو انجام کی طرف لے کر جاتا ہے۔ انجام ڈرامے کا آخری حصہ ہوتا ہے۔ تماشائی اس کھوج میں رہتے ہیں کہ ڈرامے کا اختتام کیسا ہو گا؟ پلاٹ کے بعد ڈرامے میں کردار بہت اہم ہے۔ کردار کے بغیر ڈراما نامکمل ہے۔ ڈراما نگار کو کہانی کے بعد کردار کی ضرورت پڑتی ہے۔ مکالمہ نگاری بھی ڈرامے کی جان ہے۔ مکالمے کے ذریعے ہم کرداروں کی نفسیات جان سکتے ہیں اور ان کی عادات کا پتہ چلتا ہے۔ مکالمہ موقع و محل کے مطابق ہونا چاہیے اور کرداروں کو اپنی عمر اور مرتبے کے مطابق گفتگو کرنی چاہیے۔ زبان کو بھی واضح اہمیت حاصل ہے اس کے بعد ڈرامائی وحدتیں آتی ہیں۔ سب سے پہلے وحدتِ عمل شامل ہے۔ وحدتِ عمل میں ڈراما کی کہانی ایک ہی پلاٹ پر قائم ہوتی ہے۔ اس کے بعد وحدتِ زمان ہے جس سے مراد کسی بھی ڈرامے کو فلمانے کے لیے کتنا وقت پیش آتا ہے جبکہ وحدت مکان میں ڈراما میں قصہ بیان کیا جاتا ہے ہے اس پر ساری توجہ مرکوز کی جاتی ہے۔ ڈرامے کی مختلف اقسام ہیں ناقدین المیے کو سب سے پہلی قسم قرار دیتے ہیں۔ المیہ ایسا ڈراما ہوتا ہے جس کے اختتام پر تماشائی غمگین ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد کامیڈی ڈرامہ یا طربیہ ڈرامہ آتا ہے۔ اس ڈرامے کا پلاٹ المیے سے الٹ ہوتا ہے۔ طربیہ ڈرامے میں ہنسی مذاق اور ناظرین کے لیے تفریح کا سامان ہوتا ہے۔ اس ڈرامے کا انجام مسرت پر مبنی ہونا چاہیے۔ ٹریجڈی ڈرامے میں کامیڈی اور المیہ دونوں موجود ہوتے ہیں مذکورہ ڈرامے میں کردار ہنسی مذاق بھی کرتے ہیں اور غمگین بھی ہوتے ہیں۔ میلو ڈرامے میں موسیقی کا استعمال ہوتا ہے۔ گانوں کی بھرمار ہوتی ہے۔ فارس ڈرامے کی ایک قسم ہے جسے برصغیر پاک و ہند میں سوانگ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس میں ڈراما نگار کہانی کو اتنی اہمیت نہیں دیتا۔ مکالموں میں طنز و مزاح اور ہنسی مذاق موجود ہوتا ہے۔ برلیسک ڈراما دراصل مزاحیہ ڈراما ہی ہوتا ہے اس ڈرامے میں معاشرے میں موجود مشہور شخصیات کی حرکات و سکنات اور ان کی مختلف عادات کی نقل اتارنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ برلیسک کے بعد اوپیرا ڈراما آتا ہے۔ مذکورہ ڈرامے میں ڈراما نگار اپنے ڈرامے میں گیت اور رقص کو شامل کرتا ہے۔ اردو ادب میں اسے منظوم ڈرامے کا نام دیا جاتا ہے۔ معجزاتی ڈرامے جس میں مختلف مذہبی شخصیات کے متعلق کہانیاں لکھی جاتی ہیں۔ ماسک ڈراموں میں مختلف کردار ماسک پہن کر اداکاری کے جوہر دکھاتے ہیں۔ ہندوستان میں اردو ڈراما کے آغاز و ارتقا کے حوالے سے ناقدین آپس میں متفق نہیں۔ اردو نے بھی ہندوستان سے جنم لیا ہے بالکل اسی طرح اردو ڈرامانے بھی ہندوستان کی کسی سرزمین سے آنکھ کھولی ہے۔ سنسکرت ڈراما اس بات کی دلیل ہے ہندوستان میں ڈرامے کی بنیاد پڑی۔ سنسکرت زبان میں لکھے جانے والے ڈرامے اس بات کی

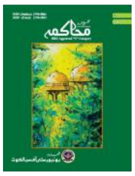

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

دلیل ہیں کہ اردو ڈرامے کا آغاز سب سے پہلے برصغیر پاک وہند میں ہوا۔ اس بات سے انکار ممکن نہیں کہ ہندوستان میں ڈراما نگاری کا فن یونان سے قبل پھوٹا۔ سنسکرت زبان میں بہت اچھے ڈرامے لکھے گئے جن میں رام لیلا، بھگت وغیرہ شامل ہیں۔ بھانڈ اور نقالوں کا کام زبان سے نقل کرنا ہوتا تھا وہ اپنی حرکات وسکنات سے لوگوں میں قہقہے بکھیرتے تھے۔ نقالوں اور بھانڈ کا ایک گروہ ہوتا تھا درباروں میلوں میں بھانڈ نقال اپنے فن کا مظاہرہ کرتے تھے۔ لکھنؤ میں فنون لطیفہ پروان چڑھا دلی اور اودھ کے فنکاروں نے بھی لکھنؤ کا رخ کیا نوٹنکی سوانگ نقالی اور داستان گوئی کی سرپرستی کے سبب ان فنون نے عروج پکڑا۔ اسی ماحول کے پیش نظر لکھنؤ میں شاہی اور عوامی ماحول پیدا ہوا۔ اودھ کے حاکم واجد علی شاہ فنون لطیفہ کے قدرشناس تھے۔ انہوں نے رقص کے لیے پری خانہ کے نام سے ایک جلسہ گاہ بنا رکھی تھی۔ پری خانہ میں نہایت خوبصورت مستورات ملازمت کرتی تھیں۔ واجد علی شاہ خود بھی ایک شاعر تھا۔ ناٹک کی شکل میں سلطان نے رادھا کھنیا کا قصہ لکھا جو قیصر باغ میں فلمایا گیا اور بہت کامیاب رہا۔ اس کے بعد واجد علی شاہ نے ناٹک لکھنے شروع کیے جو سٹیج بھی کیے گئے۔ واجد علی شاہ جب معزول ہوئے تو مٹیا برج کلکتہ میں جلاوطنی کے زمانے میں بہت سے رہس لکھے گئے۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ واجد علی شاہ اردو ڈراما نگاری کے معمار ہیں۔ اس کے بعد سید آغا حسن امانت لکھنوی کا نام آتا ہے جنھوں نے نواب واجد علی شاہ کے دور اقتدار میں آنکھ کھولی اور اندر سبھا کی تخلیق کا موجد ٹھہرے۔ اندر سبھا کو عوامی سطح کا پہلا ناٹک کہا جاتا ہے۔

اس کے بعد اردو تھیٹر ڈرامے کا دور شروع ہوتا ہے۔ برصغیر پاک وہند میں تھیٹر کا دور سترھویں اور اٹھارویں صدی سے شروع ہوتا ہے۔ اسے کسی اردو دان سے بمبئی کی مروجہ ہندوستان بولی میں ترجمہ کرایا اور 14 نومبر 1853 کو ہندو ڈرامیٹک کور کے اہتمام سے سٹیج پر کھیلا گیا۔ یہ بمبئی کے اردو تھیٹر کی ابتدا تھی۔ انیسویں صدی کے اوائل میں بمبئی میں بہت سے انگریزوں نے قدم جما لیے تھے۔ انہوں نے اپنی دلچسپی کے لیے کلکتے کے بعد بامے تھیٹر قائم کیا جس میں انگریزی ڈرامے فلمائے جاتے تھے۔ جب اس کی مقبولیت میں اضافہ ہوا تو ہندوستانی سرمایہ داروں نے اسے تجارت کا نیا ذریعہ سمجھا اور ہندو ڈرامیٹک کے نام سے ایک کمپنی تخلیق کی۔ پہلے ایک مراٹھی ڈراما پھر گجراتی اور اس کے بعد راجہ گوپی چند کے نام سے پیش کیا گیا۔

ہندو ڈرامیٹک کور کی کامیابی کے بعد پارسی تھیٹر کا آغاز ہوا جن میں خالصاب نروان جی مہروان جی آرام کا نام سرفہرست ہے۔ پارسی تھیٹر کے غیر پارسی ڈراما نگاروں میں منشی محمود میاں رونق بنارسی کا نام بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے بعد

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

پارسی تھیٹر سے مغربی انداز میں ڈرامے پیش کیے گئے اور اس کے ساتھ ساتھ اسی انداز میں پیش کرنے کی بھی سعی کی جس میں کافی حد تک کامیاب رہے۔ پارسی تھیٹر کے حوالے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ بمبئی کا اسٹیج الزبیتھی اسٹیج کی نقل تھا چوپال بنے ہوئے تھے ان میں باقاعدہ اسٹیج بنا ہوا تھا اور جب کسی دوسری جگہ پارسی منڈیا ڈرامے کرتی تو بینچوں اور تختوں سے ایک اونچا اسٹیج بنا لیتی تھی دونوں حالتوں میں آگے کا پردہ ہوتا تھا اور پیچھے صرف ایک سادہ پردہ ہوتا تھا پہلو میں دونوں طرف ایک ونگ ہوتے تھے روشنی کا انتظام مٹی کے تیل کے لیمپوں سے ہوتا تھا۔

وہ دور ڈرامے کا آغاز تھا اور وسائل محدود تھے۔ جب دوسری جگہ اسٹیج کرنا ہوتا تو بینچ لگا کر تختوں کی مدد سے ایک اسٹیج بنا لیا جاتا تھا۔ سب میں اتفاق موجود تھا۔ اداکار اداکاری کے جوہر دکھانے کے علاوہ بھی ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے۔ اسٹیج کے دونوں طرف ایک پردہ لگا کر کام چلایا جاتا تھا۔ اور دونوں طرف ونگ ہوا کرتے تھے۔ روشنی کا انتظام اگرچہ اچھا نہیں تھا۔ مٹی کے لیمپ جلا کر روشنی کی جاتی تھی۔ ناظرین کے بیٹھنے کے لیے معقول انتظام ہوتا تھا۔ الغرض اردو ڈراما پر مغربی ڈراما کی گہری چھاپ دکھائی دیتی تھی پھر اس دوران آغا حشر نے اردو ڈراما نگاری کو ایک نیا موڑ دیا۔ آغا حشر جنھیں انڈین شیکسپیئر بھی کہا جاتا ہے۔ انھوں نے شیکسپیئر کے بہت سے ڈراموں کو اردو میں لکھا۔ آغا حشر نے احسن لکھنوی کا ڈراما چندراولی دیکھا تو آفتاب محبت کے نام سے ڈراما لکھ ڈالا پھر مرید شک کے نام سے ڈراما لکھا۔ مرید شک نے خاصی مقبولیت حاصل کی اس سے آغا حشر کے لیے مختلف تھیٹر کمپنیوں کے دروازے کھل گئے پھر آغا حشر نے متعدد ڈرامے لکھے۔ آغا حشر کاشمیری جو انڈین شکسپیر کے نام سے بھی پہچانے جاتے تھے انھیں جوانی میں ڈرامے لکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ انھوں نے اسٹیج ڈرامے دیکھے تو خود بھی ڈراما لکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ آغا صاحب نے بمبئی جانے کی ٹھان لی۔ کیوں کہ بمبئی ان دنوں اسٹیج ڈراموں کا مرکز ہوا کرتا تھا۔ جب انھوں نے "مرید شک" کے نام سے شاہکار تخلیق کیا تو ناظرین نے خوب داد دی۔ اس طرح آغا حشر کی تخلیقی صلاحیتوں کا اعتراف مختلف تھیٹر کل کمپنیوں نے بھی کرنا شروع کر دیا۔ شروع میں آغا حشر کاشمیری نے انگریزی ڈراموں سے استفادہ کیا اور مغرب ڈراموں کے پلاٹ سے کہانیاں اخذ کرنا شروع کیں۔ آغا صاحب ڈراما نگاری کے ناموں سے بخوبی آگاہ تھے۔ اس کے باوجود کہا یہ جاتا ہے کہ:

> "آغا حشر اردو کے وہ واحد خوش قسمت ڈراما نگار ہیں جن پر دیگر ڈراما نگاروں کے مقابلہ میں زیادہ لکھا گیا ہے مگر افسوس ہے کہ آج تک ان کے ڈراموں کے صحیح متن دستیاب نہیں ہیں اور جو دستیاب ہیں وہ اس قدر ناقص ہیں کہ ان پر پورے طور پر بھروسا نہیں کیا جا سکتا"[ii]

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

انگریزی ڈراموں کی نقل کرتے وقت کہیں بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ان کی تحریر میں سرقہ بھی موجود ہے۔ وہ مکالمہ نگاری کے بادشاہ تھے۔ اس کے بعد آغا حشر نے ہندوستانی جن اور پریوں کی کہانیوں سے مدد لی اور جنوں پریوں کے حوالے سے ڈرامے تحریر کیے جن میں وہ کامیاب بھی ہوئے۔ آغا حشر کے ڈراموں کی تعداد کا تعین کرنا مشکل امر ہے۔ کیوں کہ انھوں نے ایک ڈرامے کے دو یا تین نام رکھ کر پیش کیے ہیں۔ آغا صاحب اپنے پیش کیے گئے ڈرامے معمولی سی تبدیلی کر کے پھر اس کا نام تبدیل کر دیتے اور دوسرے اداکاروں کی معاونت سے ڈراما فلمایا جاتا۔ آغا حشر کا پہلا ڈراما "آفتاب محبت" پھر "مرید شک" اور پھر "مار آستین" لکھا۔ "اسیر حرص" اور "شہید ناز" بھی لکھا۔ "سفید خون" اور پھر "خواب ہستی" اور "خوبصورت بلا" نے خاصی مقبولیت حاصل کی۔ "سلور کنگ" جس کا عرف نام "نیک پروین" ہے "مدھر مرلی اور ترکی خور" اور "آنکھ کا نشہ" تخلیق کیے اور ان کا آخری ڈراما "رستم و سہراب" ہے جو فارسی کے مشہور شاعر فردوسی کی کی مشہور مثنوی شاہنامہ کے ایک واقعے سے ماخوذ ہے۔ اردو ادب کے اگر بہترین ڈراموں کی چھانٹی کی جائے تو "رستم و سہراب" ان میں سے ایک ہے۔ آغا حشر سے پہلے آرام ظریف رونق اور احسن کے نام آتے ہیں۔ انھوں نے مغربی ڈراموں سے استفادہ کیا تھا۔ آغاز سے اردو ڈراما نگاری کو ایک نئی جہت ملی ہے۔ ان کے ڈراموں میں اشعار اور گانے کم ہوتے اور نثری مکالمات بہت زیادہ۔ وقار عظیم نے آغا حشر کی ڈراما نگاری کے بارے میں لکھا ہے کہ :

> "حشر کی ڈراما نگاری کی بے پایاں مقبولیت کے یہی دو راز ہیں۔ انھوں نے اپنے فن کو زمانے کی ضرورت کے سانچے میں بھی ڈھالا ہے اور اپنی جرات اور اعتماد سے فن کو برابر ایسی شکل بھی دی ہے کہ وہ زمانے کے مذاق کو بہتر بناتا رہے۔ ان کی ڈراما نگاری کا ہر دور انھیں دو بڑی خصوصیات کا حامل ہے۔ ان میں سے ہر دور ہم آہنگی، جرات اعتماد اور جدت پسندی کی ایک نئی منزل ہے۔ آخری منزل کی طرف جرات اور یقین کا ایک اور قدم ہے"[iii]

آغا حشر کو ڈراما نگاری میں نہایت ذہین اور منفرد ڈراما نگار تسلیم کیا جاتا ہے۔ آغا حشر کے ڈراموں کا مطالعہ کرنے سے برصغیر کے حالات و واقعات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ان کے ڈراموں کے کردار زمینی ہیں۔ آغا حشر کے ڈرامے دیکھ کر تماشائی ہنستے اور روا پنے آپ کو ہلکا بھی محسوس کرتے تھے۔ آغا حشر کے ڈراموں سے اس وقت کے سٹیج اداکاروں کے حالات زندگی بھی معلوم ہوتے ہیں۔ اکثر ناقدین آغا حشر کے ڈرامے مغربی ڈراموں سے موازنہ کرنے کی سعی کرتے ہیں جو کہ سراسر غلط ہے۔ آغا حشر کاشمیری کے ڈرامے مخصوص عہد کی عکاسی کرتے ہیں۔ اگر بیسویں صدی کی تعریف

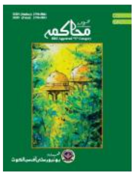

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

جاننی ہو تو آغا حشر کے ڈراموں کا مطالعہ کرنے سے پوری طرح کھل کر قاری کے سامنے آجاتی ہے۔ اسٹیج ڈراما کی دنیا میں آغا حشر ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔

اردو ڈراما بیسویں صدی میں

اردو ڈراما ترقی کی جانب رواں دواں تھا۔ناطق فلموں کا آغاز ہوا تو تماشائیوں کی تعداد میں کمی واقع ہوئی۔ عبدالحلیم شرر، نیاز فتح پوری، عبدالماجد دریا آبادی نے ادبی ڈرامے لکھے۔ ان میں سرفہرست شرر ہیں جنھوں نے کل چھ ڈرامے لکھے۔ ادبی ڈراما نگاروں میں ظفر علی خان، آرزو لکھنوی اور عابد حسین بھی شامل ہیں۔ حکیم احمد شجاع ڈراما نگاری میں آغا حشر کے شاگرد ہیں۔ ان کا شہرہ آفاق ڈراما "باپ کا گناہ" الفریڈ تھیٹریکل کمپنی نے اسٹیج کیا۔ انھوں نے ریڈیو اور بعد میں ٹی وی ڈرامے بھی لکھے۔ حکیم احمد شجاع نے "باپ کا گناہ" میں بتایا ہے کہ بزرگوں کے گناہوں کی سزا ان کی اولاد کو ملتی ہے۔ آرزو لکھنوی شاعر بھی تھے۔ انھوں نے متعدد ڈرامے لکھے جن کے "دل جلی" اور "حسن کی چنگاری" کو بہت شہرت ملی۔ ظفر علی خاں برصغیر پاک وہند کے سیاسی رہنما، شاعر اور صحافی ہونے کے ساتھ ساتھ ڈراما نگار بھی تھے۔ عابد حسین کا شہرہ آفاق ڈراما "پردہ غفلت" مسلمانوں کی اصلاح کے لیے لکھا گیا۔ اشتیاق حسین قریشی نے کٹھ پتلیاں، نقش آخر، گناہ کی دیوار، بت تراش، ہمزاد جیسے ڈرامے تحریر کیے۔ مرزا ادیب کا اصل نام دلاور علی ہے ۔مرزا صاحب نے شاعری سے تخلیقی سفر کا آغاز کیا پھر افسانہ نگاری کی جانب مائل ہوئے اور افسانہ نگاری سے بھی طبیعت اچاٹ ہوگئی اور ڈراما نگاری کی طرف رخ کیا۔ ان کے معروف ڈراموں میں آنسو اور ستارے، لہو اور قالین، ستون، فصیل شب، پس پردہ وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے بعد خواجہ معین الدین کا نام آتا ہے۔ خواجہ صاحب نے تعلیم بالغاں کے نام سے ڈراما تحریر کیا۔ یہ ڈراما بہت بار فلمایا گیا۔ اس کے بعد خواجہ صاحب نے مرزا غالب بندر روڈ پر اسٹیج کیا۔ پاکستان بننے کے بعد اسٹیج ڈراما زوال کا شکار ہو گیا۔ اگرچہ کچھ تعلیمی اداروں میں ڈرامے اسٹیج کیے جاتے رہے لیکن مغرب اور انڈیا میں اسٹیج ڈرامے کی جو نظیر ملتی ہے ویسی مثال وطن عزیز میں قائم نہ ہو سکی۔

ریڈیو ڈراما

برصغیر پاک وہند میں ریڈیو اسٹیشن قائم ہونے کے بعد ریڈیو ڈرامے نشر ہونے لگے شروع میں مغرب کی کہانیوں اور مختلف داستانوں سے اخذ کر کے ڈرامے تخلیق کیے گئے۔ پھر مختلف افسانوں کو ریڈیائی شکل میں لایا گیا جن میں سعادت حسن منٹو دوراجندر سنگھ بیدی، عصمت چغتائی، قیوم نظر، امتیاز علی تاج اور ممتاز مفتی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ

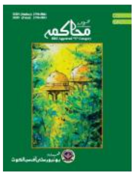

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

اور بھی بہت سے لکھاری ایسے ہیں جن کا نام لینا ناگزیر ہے۔ مثال کے طور پر یوسف ظفر، شاہد احمد دہلوی، محمود نظامی ،حفیظ جاوید، خدیجہ مستور، ہاجرہ مسرور، شاطر غزنوی، احمد ندیم قاسمی، اشفاق احمد اور سلیم صدیقی کے نام نمایاں طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں اے حمید، بانو قدسیہ، ضیا سرحدی، جاوید اقبال اور اطہر شاہ خان شامل ہیں۔ رفیع پیر ریڈیائی ڈرامے کے حوالے سے بڑی اہم شخصیت ہیں۔ اس کے علاوہ شوکت تھانوی کے ڈرامے کایاپلٹ مغالطہ میر صاحب کی عید لاٹری کی ٹکٹ غیر ریڈیائی ڈراموں کی دنیا میں اہم مقام رکھتے ہیں۔ عابد علی عابد کے ڈرامے ریڈیو پاکستان سے نشر ہوتے رہے۔ عشرت رحمانی آل انڈیا ریڈیو میں ملازم رہے انھوں نے متعدد ڈرامے قلمبند کیے۔ انھیں ڈراما نگاری سے خصوصی انس تھا۔ سعادت حسن منٹو بھی آل انڈیا ریڈیو کے ملازم رہے انھوں نے اپنے افسانوں کو ڈرامائی تشکیل دے کر پیش کیا۔ ان کے ڈراموں کا مجموعہ منٹو کے ڈرامے جنازے تین عورتیں افسانے اور ڈرامے شامل ہیں۔ اس کے علاوہ اوپندر ناتھ اشک نے یک بابی ڈراموں میں نام کمایا۔ کرشن چندر اگرچہ افسانہ نگار مشہور ہیں لیکن ان کے ڈراموں میں نچلے طبقے کے لوگوں کے دکھ اور تکلیفوں کی عکاسی کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ قیوم نظر اور آغا بابر نے اس صنف میں طبع آزمائی کی۔ منٹو اور کرشن کی طرح بیدی صاحب نے بھی فن ڈراما نگاری میں اپنے جوہر دکھائے۔ سات کھیل اور بے جان چیزیں ان کے ڈراموں کے مجموعے ہیں۔ سعادت حسن منٹو اگر ریڈیائی ڈراموں میں پیش پیش تھے تو عصمت چغتائی کو کیسے روکا جا سکتا تھا۔ انھوں نے بھی ریڈیو ڈرامے لکھے۔ لاہور سے اشفاق احمد اور بانو قدسیہ نے بھی ریڈیائی ڈراموں میں طبع آزمائی کی۔ خدیجہ مستور اپنے افسانوں کی وجہ سے شہرت رکھتی ہیں لیکن ان کا قلم بھی ڈرامے تحریر کیے بغیر نہ رہ سکا اور کھڑکی دکھ سکھ جیسے لازوال ڈرامے تخلیق کیے۔ علامہ اقبال کے فرزند جسٹس جاوید اقبال جو پیشے کے اعتبار سے جج تھے انھوں نے ڈراما نگاری میں طبع آزمائی کی۔ ہاجرہ مسرور اپنی بہن حدیجہ مستور کے نقش قدم پر چل نکلی اور ڈرامے تخلیق کیے۔ ٹی وی کے آنے سے ریڈیائی ڈراما زوال کا شکار ہو گیا۔ اگرچہ ریڈیائی ڈراموں کی کہانیاں معیاری ہوتی تھی لیکن لوگوں کو سکرین کا چسکا پڑا تب سے لوگ ریڈیو سے ہٹ کر ٹیلی ویژن کی طرف بھاگ نکلے یوں ریڈیو ڈراما کا مستقبل تاریک ہو گیا۔

ٹی وی ڈراما

ٹی وی کے قیام سے ریڈیو ڈرامے مؤثر نہ رہے۔ ٹی وی میں آواز کے ساتھ ساتھ تصویر بھی نشر ہوتی ہے۔ ٹیلی ویژن کا ڈراما تکنیکی لحاظ سے فلم کے قریب تر ہے۔ ٹی وی ڈراما اور اسٹیج ڈراما بھی ایک دوسرے کے قریب ہے۔ اگر دونوں

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

کے فنی لوازمات کا جائزہ لیا جائے تو تقریباً دونوں میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ پاکستان ٹیلی ویژن نومبر 1964ء کو معرض وجود میں آیا۔ جب پاکستان ٹیلی ویژن نے اپنی نشریات کا آغاز کیا تو ٹی وی ڈراما بھی تخلیق ہوا۔ پاکستان ٹیلی وژن کا افتتاح لاہور میں کیا گیا۔ زندہ دلان لاہور میں پی ٹی وی بنانے کا مقصد یہ تھا کہ یہاں ریڈیو اسٹیج اداکار موجود تھے اور فلمی دنیا بھی یہاں آباد تھی۔ پاکستان ٹیلی ویژن محض تفریح اور کھیل دکھانے کے لیے نہیں بنایا گیا تھا بلکہ اس کے علاوہ اس کے بہت سے محرکات تھے۔

پاکستان ٹیلی ویژن کا مقصد ملک میں مذہبی ہم آہنگی اور آپس میں اتفاق اور قومی زبان اردو کو فروغ دینا شامل تھا کیونکہ اس وقت کے سیاسی دور کا اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مشرقی پاکستان میں بنگالی زبان کے حوالے سے سازشیں جاری تھیں اور پاکستانی قوم میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی جارہی تھی۔ اس بات کو صدر ایوب خان نے محسوس کیا اور پاکستان ٹیلی ویژن کے قیام کے لیے جدوجہد شروع کی جس میں وہ یقیناً کامیاب بھی ہوئے۔ شروع میں مختلف ڈراما نگاروں کو پاکستان ٹیلی ویژن میں مدعو کیا گیا اور ان ادکاروں کو بھی دعوت دی گئی جو ریڈیو پاکستان میں اپنی اداکاری کے جوہر دکھا رہے تھے۔ یوں نجمہ فاروقی نے اپنا پہلا ڈراما "نذرانہ" لکھا۔ وہ پاکستان ٹیلی وژن کا پہلا ڈراما ثابت ہوا اور پی ٹی وی کا پہلا ڈراما سیریل "شہر کنارے" ہے جو اشفاق احمد نے تخلیق کیا۔ پی ٹی وی کی انتظامیہ نے پھر مختلف موضوعات پر لکھنے کے لیے ریڈیو کے فنکاروں کو دعوت دی ان میں سب سے پہلے طنزومزاح تھا۔ اگرچہ طنزومزاح کی روایت اردو ادب میں پہلے سے موجود تھی لیکن پی ٹی وی نے اس روایت کو برقرار رکھتے ہوئے طنزومزاح اور اور سنجیدہ ڈراموں کو الگ شکل دی۔ پی ٹی وی اور طنزومزاح پی ٹی وی کی مزاحیہ سیریل "الف نون" کمال احمد رضوی کی تخلیق ہے۔ کمال احمد رضوی معاشرے کی ناہمواریوں پر گہری چوٹ کرتے نظر آتے ہیں۔ بعض اوقات ہم معاشرے میں رہتے ہوئے کچھ برائیاں دیکھتے تو ہیں مگر ان پر کھل کر نہیں لکھ سکتے لیکن کمال احمد رضوی نے طنزومزاح کا سہارا لیتے ہوئے اردگرد برائیوں کو شامل تحریر کیا۔ اطہر شاہ خاں کی تخلیق "لاکھوں میں تین" نے بھی مزاح کو فروغ دیا۔ ڈراما نگاروں نے ڈراموں میں مزاحیہ کردار تخلیق کیے جن کی وجہ سے مزاحیہ عنصر نمایاں ہوا۔ حسینہ معین کے "دھوپ کنارے" میں بھی مزاح کا پہلو جھلکتا ہے۔ حسینہ آپا کے ایک اور کھیل "تنہائیاں" میں بھی مزاحیہ کردار موجود ہیں۔ قباچا کردار اس کی عمدہ مثال ہے۔ یونس جاوید کا "اندھیرا اجالا" کا کردار کرم داد کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ انور مقصود کا ڈراما "مرزا اینڈ سنز" طنزومزاح کی عمدہ مثال ہے۔ "جنجال پورہ" لاہور شہر کے رسم ورواج اور لوگوں کے رہن سہن کے بارے میں بتاتا ہے۔ اگرچہ اس ڈرامے میں منصوبہ بندی جیسے اہم موضوع کو زیر بحث لایا گیا ہے لیکن خواجہ سراؤں کا گروہ ظرافت کی عمدہ

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

مثال ہے۔ منو بھائی کا شاہکار "سونا چاندی" ہے۔ دونوں میاں بیوی کی کہانی ہے جو شہر کی طرف آتے ہیں یہ دونوں مختلف گھروں میں کام کرتے ہیں۔ سونا اور چاندی کا مکالمہ بہت دلچسپ اور مزاح سے بھرپور ہے۔ منو بھائی نے مکالموں میں سونا چاندی کی شرارتیں اردو اور پنجابی میں جملے اور امیر لوگوں کے رہن سہن پر گہرا طنز کیا ہے۔ انور مقصود کا "آنگن ٹیڑھا" بھی ہو بہو سونا چاندی سے ملتی جلتی کہانی ہے۔ انور مقصود نے کرداروں کی بول چال حرکات و سکنات سے مزاح پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ "گیسٹ ہاؤس" اسلام آباد مرکز کی پیشکش ہے۔ اس ڈراما میں جان ریمبو نے جمعدار کا کردار ادا کیا ہے اور نوید جو کہ مینجر کے کردار میں نظر آتا ہے۔ جان ریمو کی ہلکی پھلکی شرارتیں ڈرامے کی دلچسپی بڑھا دیتی ہیں۔ "چھوٹی سی دنیا" کراچی سنٹر کی پیش کش ہے۔ عبدالقادر جونیجو نے بڑے خوبصورت انداز میں ظرافت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ مزاحیہ ڈراموں کے حوالے سے ڈراما "جھوٹ کی عادت نہیں مجھے" پشاور مرکز کی پیش کش ہے۔ اسی ڈرامے کی وجہ سے پشاور مرکز دوسرے مراکز کے مقابلے میں نظر آیا۔ الغرض پاکستان ٹیلی ویژن نے معیاری مزاح پیدا کرنے کی کوشش کی جس میں یقیناً کامیاب بھی ہوا۔ ناظرین کو طنز و ظرافت کے ساتھ ایک اخلاقی سبق بھی دیا جو آج کل کے دور میں ناپید ہو چکا ہے۔ ان ڈراموں میں فحش یا بیہودہ مکالمہ نہیں بولا گیا بلکہ ایک معیاری مزاح پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تاکہ ناظرین اپنے خاندان کے ساتھ بیٹھ کر کر لطف اندوز ہو سکیں۔

افسانوی ادب اور پی ٹی وی

ڈراما بھی اصنافِ ادب کی ایک اہم ترین صنف ہے۔ ڈراما میں کرداروں کی گفتگو اور متحرک کیفیت سے کہانی پیش کی جاتی ہے۔ تاثر اور اظہار کے ساتھ وحدت اور حب الوطنی کے خوبصورت مناظر پُر اثر فضا قائم کرتے ہیں۔ افسانوی ادب کی یہ صنف بہت مقبولیت کا درجہ رکھتی ہے۔ پاکستانیت کے فروغ میں یہ صنف افسانہ کی حیثیت سے بھی پہچانی جاتی ہے۔ ڈراما کے بارے میں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں:

> "اصلاً ڈرامہ بھی ایک طرح کا افسانہ ہی ہوتا ہے، جسے کرداروں کے مکالموں اور کرداروں کے حرکات و سکنات کے ذریعے تماشائیوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے"[iv]

یہ بات درست ہے کہ عشق ہو یا آزادی، دونوں ہی بہارِ زیست کا سامان ہیں۔ اگر عشق ہماری جان ہے تو یاد رہے کہ آزادی ہمارا ایمان ہے۔ عشق پر ہم اپنی ساری زندگی قربان کر دیں مگر آزادی پر اپنا عشق بھی قربان کرنے کو تیار ہیں۔ آزادی کا یہ رویہ ہی پاکستانیت کے فروغ کا ضامن ہے۔

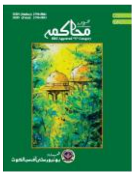

پاکستان ٹیلی ویژن نے اپنا ادبی اور قومی فرض سمجھ کر بہت سے ایسے ڈرامے پیش کیے ہیں جن میں پاکستانیت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ حب الوطنی کے روحانی تصور کو پروان چڑھانے میں پی ٹی وی کی خدمات ہمیشہ یاد رہیں گی۔ آئی ایس پی آر (ISPR) کے تعاون سے پیش کیے جانے والے ڈراموں نے اصغر ندیم سید کا تحریر کردہ ڈراما سپاہی مقبول حسین بہت مقبول ہوا۔ سپاہی مقبول حسین کی کہانی بہت مہینوں تک پوشیدہ رہی۔ یہ ڈراما پاکستان کی تاریخ کا اہم ترین باب ہے۔ حکومتِ پاکستان نے سپاہی مقبول حسین کی پر خلوص اور حب الوطنی سے بھرپور خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں ستارۂ جرأت پیش کیا۔

الفا براوو چارلی پی ٹی وی پر پیش کی جانے والی معروف سیریل تھی۔ پاکستانیت کے جذبے سے سرشار یہ ڈراما اپنی مقبولیت کی وجہ سے آج بھی دلوں میں محفوظ ہے۔ اس کے ہدایت کار شعیب منصور تھے۔ اس کی تکمیل و ترتیب میں (ISPR) کا بھرپور تعاون ساتھ رہا۔ پاکستانیت کے فروغ میں اس ڈرامانے نیا ولولہ پیدا کیا۔ افواجِ پاکستان کے جوانوں کا رہن سہن اور شب وروز کے ترتیب شدہ لمحات دیکھ کر نئی نسل میں افواجِ پاکستان سے محبت کا جذبہ پروان چڑھا۔ لوگوں نے یہ ڈراما انتہائی انہماک سے دیکھا اور خوشی کا اظہار کیا۔

پاکستانی افواج وطنِ عزیز کا دفاع بھی کرتی ہے اور ساتھ ہی قدرتی آفات سے قوم کو بچانے کو فریضہ بھی انجام دیتی ہے۔ اس ذمہ داری کی ادائیگی کرتے ہوئے پاک فوج کے جوان اپنی جان جوکھوں میں ڈالتے ہیں مگر وطن کو سرسبز وشاداب رکھنے اور عوام کے چہرے پر مسکراہٹیں پھیلاتے ہیں۔ آئی ایس پی آر کے اشتراک سے پیش کیے کیا گیا ڈراما "ولکو" اس نوعیت کی بے مثال افسانوی کہانی ہے فوجی اہلکار کس طرح اپنی جان قربان کر دیتے ہیں، یہ سب دیکھ کر پاکستانیت کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔

پاکستان ٹیلی ویژن پر ڈراما "دھواں" پیش کیا گیا۔ اس میں حب الوطنی کے عناصر قابلِ تحسین ہیں۔ عاشر عظیم کا تحریر کردہ یہ ڈراما جرائم پیشہ عناصر کی سرکوبی کے لیے پیش کیا گیا تھا اس کے مقاصد میں یہ بات واضح طور پر نظر آئی کہ پاکستان کی سرحدیں محفوظ رہیں اور دشمن ہمیں کمزور بھی نہ کر سکے۔ اس ڈرامے کی خوبصورت بات یہ بھی ہے کہ اس میں کچھ سرکاری اداروں کی خامیوں سے بھی پردہ اٹھایا گیا ہے۔ انتہائی پر اثر اختتام کی بدولت آج بھی یہ ڈراما لوگوں کے دلوں میں محفوظ ہے۔ آئی ایس پی آر کے تعاون سے اسد محمد غازی کا تحریر کردہ ڈراما "غازی شہید" بھی بلندیوں کے مقام کو چھو کر حب الوطنی کا جذبہ سرشار کر گیا۔ پاکستانی فوج کے شعبہ تعلقات عامہ کے تعاون سے اصغر ندیم سید کا لکھا ہوا "

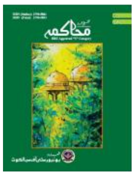

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

خدا زمین سے گیا نہیں ہے" میگا سیریل کی صورت میں سامنے آیا جس میں دہشت گردی کی متعدد کارروائیوں اور کرداروں کی حقیقی کہانیوں کو ڈرامائی شکل دی گئی۔

"آپریشن دوارکا" میں فضائیہ کے نوجوانوں کی کارکردگی سے حب الوطنی کے جذبے کو تقویت عطا کی گئی ہے۔ بلوچ عوام جو عرصہ سے دہشت گردی کا شکار ہے۔ "جان ہتھیلی پر" میں بتایا گیا کہ وہ بھی پاکستان کا حصہ ہیں اور پاکستانی عوام اپنے بھائیوں کو کبھی تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ اسی طرح وصی شاہ کا تحریر کردا ڈراما "آہن" دہشت گردی روکنے کے لیے پاکستانی افواج کی کاوشوں پر مشتمل ہے۔ اس ڈراما میں پاکستانیت اور حب الوطنی کا زبردست درس دیا گیا ہے۔ "سنہرے دن" بھی پی ٹی وی پر نشر ہوا جس میں پاکستان ملٹری اکیڈمی کاکول کے نوجوان کیڈٹس کی زندگیوں کی عکس بندی بہت خوبصورتی سے کی گئی۔ ڈراما سیریز "فصیلِ جاں سے آگے" پاکستانی سپاہیوں کی بہادری اور بے مثال شجاعت کی مختلف کہانیوں پر مشتمل تھا۔ اس ڈرامے میں اُن بہادر پاکستانیوں کو شاندار خراجِ عقیدت پیش کیا گیا جنھوں نے پاکستان میں جاری دہشت گردی اور انتہا پسندی کے خلاف شجاعت کی عظیم اور لازوال داستانیں رقم کر کے پاکستان کے آنے والے کل کو محفوظ بنانے میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ "نشان حیدر سیریز" پاکستان ٹیلی ویژن کی جانب سے پاک فوج کے قومی ہیروز کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے نشان حیدر کا اعزاز پانے والے فوجی جوانوں کی زندگی پر ڈرامے پیش کیے گئے۔ ان میں "کیپٹن سرور شہید، میجر محمد طفیل شہید، عزیز بھٹی شہید اور راشد منہاس شہید" کے ڈراموں نے بہت شہرت حاصل کی۔

پی ٹی وی کے قیام کے بعد بہت سے ناول نگار اور افسانہ نویس اس ادارے سے منسلک ہو گئے اور مختلف ناولوں اور افسانوں کی ڈرامائی تشکیل کرنے کی سعی کی۔ اردو ادب کے بہت سے ناولوں اور افسانوں کی ڈرامائی تشکیل کر کے ان کو ٹیلی کاسٹ کیا گیا۔ اس طرح سب سے پہلا کام شوکت صدیقی کا ناول "خدا کی بستی" کی ڈرامائی تشکیل کی گئی۔ "خدا کی بستی" کے بارے میں عقیل عباس جعفری نے لکھا ہے کہ:

> "جب (پاکستان ٹیلی وژن) کراچی اسٹیشن سے خدا کی بستی کا سلسلہ شروع ہوا تو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ دنیا کے مشہور سلسلہ وار پروگراموں کی طرح پاکستان کا یہ سیریل شہرتِ عام حاصل کر کے فنا کے چکروں سے نکل کر لازوال ہو جائے گا۔ لوگوں کو اس کے مکالمے حفظ ہو جائیں گے اور جس روز اس کی قسط چلا کرے گی بڑے شہروں کی سڑکیں سنسان اور چھوٹے قصبوں کی زندگی سکوت میں تبدیل

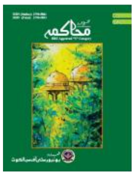

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ہو جایا کرے گی۔ سینما گھروں کی روشنیاں ماند اور ٹی وی سیٹس کے گرد چہروں کی ضیائیں روشن تر ہو جایا کریں گی۔ محض اس سیریل کے زور پر (پی ٹی وی مرکز) کراچی اپنے پورے زور سے اُبھرا اور مختصر وقفے میں لمبی جست لگا کر بامِ عروج پر پہنچ گیا۔ اس سیریل نے (پی ٹی وی مرکز) کراچی کو بہت پیچھے سے بہت آگے کھڑا کیا"[۷]

جب "خدا کی بستی" پی ٹی وی سے نشر ہوتا تو شہر کی سڑکیں سنسان ہو جایا کرتی تھیں اور زندگی رک جاتی تھی۔ ناظرین پورا ہفتہ اس ڈراما کی قسط کا انتظار کرتے تھے۔ شہر ہو یا گاؤں سب جگہ اس کی دھوم ہوتی تھی۔ ناظرین کو ڈرامے کے مکالمے بھی زبانی یاد ہو گئے تھے۔ وہ اپنی عام بول چال میں بھی "خدا کی بستی" کے مکالمے دہرانے لگے۔ اس وقت پاکستان فلم انڈسٹری عروج پر تھی۔ شوکت صدیقی نے سب کو ٹی وی کے قریب کر دیا۔ لوگ فلم کو بھول کر ٹی وی کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس ڈرامے کے ناظر ہر عمر کے لوگ تھے۔ اگر پاکستان ٹیلی ویژن کے کامیاب ڈراموں کی بات کی جائے تو "خدا کی بستی" ان میں سے ایک ہے کیوں کہ شوکت صدیقی نے اس کو دل جمعی سے لکھا۔ آج تک ہمارے بزرگ جو اس وقت جوان تھے اس ڈرامے کو یاد کر کے شوکت صدیقی کی فنکارانہ صلاحیتوں کا اعتراف کرتے نظر آتے ہیں۔

"اکبری اور اصغری" کا قصہ جو کہ پہلے ناول "مراۃ العروس" سے اخذ کیا گیا ہے، اس کی خالق مولوی نذیر احمد دہلوی ہیں۔ وزیر حسین نے اس کی ڈرامائی تشکیل کی۔ ابن الوقت بھی ڈپٹی نذیر احمد کا شاہکار ہے اس کی ڈرامائی تشکیل باسط سلیم نے کی۔ "تصور شرط ہے" مولوی نذیر احمد دہلوی کے ناول "توبۃ النصوح" سے اخذ شدہ ہے۔ اس کے بعد حسینہ معین نے "دھند" لکھا۔ پھر نسیم حجازی کے ناول "آخری چٹان" کو سلیم احمد نے مکالماتی رنگ دیا۔ انور عنایت اللہ کے ناول "منزل" کو منو بھائی نے ڈرامائی شکل دی۔ بشریٰ رحمن کے ناول "لازوال" کو پروفیسر اصغر ندیم سید نے ڈرامائی روپ دیا۔ اردو ادب کا پہلا ناول مراۃ العروس جو کے ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کی تخلیق ہے اس کو پروفیسر حق نواز نے سکرین کی زندگی بنا دیا۔ شوکت صدیقی نے اپنے تخلیق کردہ ناول "جانگلوس" کو خود ڈرامائی روپ دیا پھر منشا یاد نے اپنے پنجابی ناول "ٹاواں ٹاواں تارا" کو "راہیں" کے نام سے ناظرین کو شاہکار دیا۔ مشہور افسانوں پر بھی ڈرامے بنے جن میں قاسمی کہانی، سچی کہانیاں، کھیل کہانی، پسندیدہ کہانی شامل ہیں۔

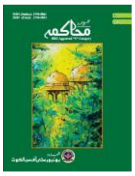

علمی و تحقیقی مجلہ "محاکمہ" یونیورسٹی آف سیالکوٹ
ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

کسی بھی فن پارے کی ڈرامائی تشکیل کرتے وقت یہ دھیان دیا جاتا ہے کہ ہمارے ناظرین کس طرح کی کہانی کو پسند کرتے ہیں۔ ناظرین کی دلچسپی کو دیکھتے ہوئے کسی بھی فن پارے کی ڈرامائی تشکیل کی جاتی ہے۔ کیوں کہ بعض اوقات مغربی ناولوں یا افسانوں کی ڈرامائی تشکیل کرتے وقت مذہبی اور اخلاقی مجبوری ہمارے سامنے آجاتی ہیں اور پاکستان ٹیلی ویژن اقدار اور روایات کا امین ہے۔ اس لیے غیر معیاری یا غیر شائستہ مواد نشر کرنے پر شروع سے پابندی رہی ہے۔

معاشرتی مسائل اور پی ٹی وی

پاکستان ٹیلی ویژن کے ڈرامے گھر والوں کے ساتھ بیٹھ کر بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ پی ٹی وی کا معیار ہمیشہ بلند رہا ہے۔ پی ٹی وی نے جتنے بھی ڈرامے پیش کیے ان میں رشتوں کا تقدس اور احترام موجود ہے۔ پی ٹی وی نے اپنے ڈراموں میں معاشرتی مسائل کو خاص اہمیت دی ہے۔ اس کے علاوہ پی ٹی وی نے گھریلو زندگی کے مسائل کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اے آر خاتون کا ڈراما "افشاں" خالصتاً گھریلو زندگی کے مسائل بیان کرتا ہے۔ منو بھائی کے "باؤٹرین" میں متوسط طبقے کے حالات کے بارے میں بتایا جاتا ہے۔ مشہور کالم نگار عطاء الحق قاسمی نے "حویلی" کے نام سے ڈراما لکھا۔ اس طرح یہ نتیجہ اخذ کرنا نہایت ہی آسان ہے کہ:

> "ڈراما زندگی کی نقل ہے زندگی کے حقائق کو پیش کرتا ہے۔ لہٰذا اسے حقیقت سے قریب تر ہونا چاہیے۔ اگر یہ بالکل حقیقی نہ بھی ہو تو حقیقت جیسا ضرور ہو"[vi]

پی ٹی وی کے ڈراموں میں خانگی مسائل پر مبنی ڈرامے ہیں۔ ان ڈراموں میں معاشرے میں انصاف کا فقدان اور گھریلو زندگی کے مسائل موجود ہیں اور دیگر سماج کی برائیاں پیش کی گئی ہے۔ پھر ان کا مناسب انداز میں حل بھی ڈراموں میں نظر آتا ہے۔ "رنجش" یونس جاوید نے لکھا جس میں یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ اب پاکستان میں وٹہ سٹہ اور فرسودہ روایات کی وجہ سے بہت سے لوگوں کا گھر اجڑ چکا ہے اور مشترکہ خاندانی نظام میں خلوص، محبت اور اپنائیت کو چھوڑ کر نفرت اور بغض جیسی چیزیں جنم لے رہی ہیں۔ پاکستان ٹیلی ویژن نے جہاں پاکستان میں جنم لینے والی مختلف معاشرتی، سماجی برائیوں کی نشاندہی کی ہے وہاں عورتوں کے مسائل کو بھی اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اے آر خاتون کا ڈرامہ "شمع" اور ناہید سلطانہ کی تخلیق کردہ "آنچ" اور "نورینہ" مشہور ناول نگار رضیہ بٹ کے ناول سے ماخوذ ہے۔ عورتوں کی خانگی زندگی میں پیدا ہونے والی پریشانیوں کے بارے میں بیان کیا گیا ہے اس کے علاوہ "مسافت"

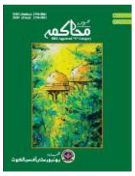

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

، "دھوپ دیوار" اور امجد اسلام امجد کا "بازدید" بھی رشتوں اور ان کے درمیان پیدا ہونے والی رنجشوں کے بارے میں ہے۔ "ماں" "مہندی"، "زندگی"، "گمشدہ" "گھر ایک نگر" ایسے لاتعداد ڈرامے ہیں جو خاندانی رسم ورواج اور بچوں کے مسائل پر لکھے گئے ہیں۔ مشہور افسانہ نگار انتظار حسین نے "دھوپ" ڈرامہ تخلیق کیا جو دیہاتی اور شہری لوگوں کے مسائل پر لکھا گیا۔

بچوں کے لیے ڈرامے اور پی ٹی وی

پاکستان ٹیلی ویژن نے بچوں کے لیے بھی ڈرامے پیش کیے۔ اگرچہ پہلے پانچ سالوں میں بچوں کے لیے کوئی ڈراما پیش نہیں کیا گیا یا اسلام آباد مرکز نے "بی جمالو" کے نام سے بچوں کا پہلا ڈراما پیش کیا۔ پھر "گھپلا" کے نام سے ڈراما ٹیلی کاسٹ ہوا۔ الصبار عبدالعلی نے "سنگ میل" کے نام سے بچوں کے لیے ڈراما لکھا۔ اس کے علاوہ سلیم ہاشمی کا "دوست" ٹیلی کاسٹ ہوا۔ "آؤ بچو" کے نام سے ایک سریل چلی جس نے بہت مقبولیت حاصل کی۔ اس میں مختلف کھیل پیش کیے گئے۔ "کہانی گھر" سے پیش ہونے والی ڈراما سیریز میں جاسوسی کھیل بھی پیش کئے گئے۔ جس کے مکالمے روحی اعجاز نے لکھے۔ دراصل بچوں کی کہانیوں کے لیے اچھے ڈراما نگار میسر نہیں آئے جیسا کہ دوسرے موضوعات کے لیے ڈراما نگاروں نے دیگر ممالک کے ڈراموں کو مات دی۔

نجمہ فاروقی جن کا پہلا سیریل "نذرانہ" پاکستان ٹیلی ویژن کا اولین سیریل ثابت ہوا۔ انھوں نے "لڈو کی ناک" ڈرامے کی اقساط لکھ کر پیش کیں تو انھوں نے کانٹ چھانٹ سے کام لیا۔ نجمہ فاروقی کے مکالموں کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے بہت سی غلطیاں کی ہیں۔ نجمہ کا ڈراما "لڈو کی ناک" ڈرامے کے فنی لوازمات پر پورا نہیں اترتا۔ الطاف فاطمہ کا مکالمہ کردار نگاری اور کشمکش بہت جاندار ہوتا تھا۔ پھر اس کے بعد پی ٹی وی نے الف لیلیٰ کے نام سے ایک سیریز شروع ہوئی جو بہت مقبول ہوئی۔ اس میں مصروف ڈراما نگاروں نے کہانیاں لکھیں۔ اس میں جن، پری ، دیو، چڑیل وغیرہ کی کہانیاں لکھی گئیں۔ "الف لیلہ" کھیل میں لال، یمن، ماہی گیر، چاند کی گڑیا شامل ہیں۔ اس کے بعد حسینہ معین نے "روحی اور گڈو" لکھا۔ یہ ڈراما سیریل بچوں اور بڑوں کے لیے لکھا گیا۔ "روحی اور گڈو" سگے بہن بھائی ہیں دونوں بہن بھائی پڑھائی میں بہت اچھے ہیں ان کے ماں باپ ان کو کھیلنے کا وقت نہیں دیتے۔ حسینہ آپا نے ناظرین کو یہ بات سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ بچوں کو کھیل کود کے لیے بھی وقت دینا چاہیے۔ بچوں کو کتاب سے جوڑ کر رکھ دیا گیا ہے۔ والدین کو چاہیے کہ بچوں کو کھیل کود کی بھی ترغیب دلائیں۔ کھیلنے سے بچوں کی صحت بہتر ہوتی ہے اور مختلف

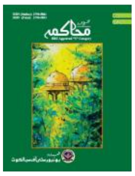

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

کھیلوں میں شریک ہونے سے بچوں میں مقابلے کا رجحان پیدا ہوتا ہے جو بہت اچھی چیز ہے۔ جو بچے صرف کتابوں تک اپنے آپ کو محدود رکھتے ہیں ان میں زندگی کی سختیاں برداشت کرنے کی قوت کم ہو جاتی ہے۔

اے حمید نے "انوکھا سفر" کے نام سے ڈراما سیریز لکھی۔ "انوکھا سفر" نے بھی خوب داد سمیٹی۔ "انوکھا سفر" کا مرکزی کردار نومی ہے جو مختلف مسلم سائنسدانوں سے ملاقات کرتا ہے جن میں ابن ہاشم، جابر بن حیان، خان ابو القاسم الزہراوی شامل ہیں۔ اس کے بعد کوئٹہ مرکز نے "گرفت" کے نام سے ڈراما سیریل لکھا۔ شارق نقوی اور شاہد نذیر نے مل کر گرفت کو مکمل کیا اس میں بچوں کا ایک گروپ ہوتا ہے جو مختلف جرائم پیشہ افراد کو پکڑتا ہے۔ اس ڈرامے کا بنیادی مقصد بچوں کو جرائم کے متعلق آگاہی دینا ہے۔ اگر کوئی بچوں کو جنسی طور پر ہراساں کرتا ہے تو ان کے اندر اس بات کا شعور اور آگاہی موجود ہو کہ انھوں نے کس طرح اس معاملے سے اپنی جان بچانی ہے۔ پشاور مرکز نے "اپنا اپنا کھیل" کے نام سے ایک ڈراما سیریز ٹیلی کاسٹ ہوا۔ اس ڈرامے کا پیغام یہ تھا کہ بچوں کے ذہنوں پر بڑوں کا بہت اثر ہوتا ہے اور بڑوں کو بچوں کے سامنے سوچ سمجھ کر بولنا چاہیے کیوں کہ بچے بڑوں سے سیکھتے ہیں۔ پاکستان ٹیلی ویژن کا سب سے مقبول سیریل "عینک والا جن" اے حمید کا شاہکار ہے۔ "عینک والا جن" کے دو معروف کردار نسطور اور زکوٹا جن ہے۔ اس کے علاوہ ہامون جادوگر اور بل بتوڑی ہے۔ بچوں کو جنوں پریوں کی کہانیاں بہت پسند ہیں جنوں کی کہانیاں بچے شوق سے سنتے اور دیکھتے ہیں کیونکہ بچوں کو خیالی دنیا میں رہنا پسند ہے۔ دراصل ڈرامے کا مقصد کچھ اور ہونا چاہیے جس میں بچوں کو بتایا جائے کہ ہمت اور حوصلے سے کام لینا چاہیے بچوں کے اندر محنت لگن اور جدوجہد جیسا جذبہ پروان چڑھانا چاہیے۔ بچوں کے لیے لکھے گئے ڈراموں میں فیض صاحب کی خدمات قابلِ قدر ہیں۔ پاکستان آرٹس کونسل کی کاوشیں اس حوالہ سے قابلِ تحسین ہیں۔ عشرت رحمانی نے لکھا ہے کہ:

> "مستند ادیبوں میں سے بہت کم اصحاب نے بچوں کے لیے کار آمد ڈرامے لکھے۔ اس سلسلہ میں فیض احمد فیض مساعی خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ انھوں نے پاکستان آرٹ کونسل سے پتلیوں کے تماشا میں (PUPPET SHOW) میں کھیلے جانے کے لیے چند لطیف اور سبق آموز کھیل لکھے۔ ان کے مکالموں کی زبان رواں، شستہ اور عام فہم ہے اور ان میں ڈرامائی عمل و حرکت بھی حسبِ ضرورت موجود ہے"[vii]

پاکستان ٹیلی ویژن نے بچوں کے لیے کوئی خاص کام نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بچوں کے ڈراموں کے لیے پروڈیوسر حضرات پیسہ لگانے سے کتراتے تھے کیوں کے پی ٹی وی ڈرامے کا سارا بجٹ پرائم ٹائم میں لگتا ہے اور بچوں کے

ڈراموں کے لیے خاطر خواہ کام نہیں کیا گیا اور مخصوص انداز میں جنوں اور پریوں کی کہانیاں بنا کر کام چلایا گیا۔ ہمارے ادب میں بچوں کے لیے دیو، جن اور پریوں کے علاوہ بہت سے سامان موجود ہیں۔ ہمارا ادبی ورثہ اس قدر وسیع ہے کہ بچوں کے لیے بہت سی اچھی کہانیاں پیش کی جا سکتی تھیں مگر بد قسمتی سے اس پر توجہ نہیں دی گئی۔

پی ٹی وی کے تاریخی ڈرامے

پاکستان ٹیلی ویژن کے ابتدائی سالوں میں تاریخی ڈراما ٹیلی کاسٹ کرنا بہت مشکل تھا کیونکہ وسائل کی کمی تھی ۔ابتدائی دور براہ راست نشریات پر مبنی تھا۔ 1965 کی جنگ کے بعد تاریخی ڈراموں کی طرف رخ کیا گیا۔ ان میں "ماضی سے آگے"، "پیشکش پاکستان" اور "یہ ہے بھارت" جیسے ڈرامے پیش کیے گئے۔ ان ناموں میں جنگی واقعات کو موضوع بنایا گیا۔ فاطمہ ثریا بجیا نے "اوراق" کے نام سے ڈراما سیریز شروع کی۔ اس سیریز میں اردو ادب کی مشہور داستانوں کی ڈرامائی تشکیل کی گئی جن میں "قصہ چار درویش"، "فسانہ عجائب" اور عبدالحلیم شرر کا ناول "فردوس بریں" شامل ہے۔ اگرچہ ان داستانوں کی ڈرامائی تشکیل اس طرح نہ ہو سکی جس طرح کی جانی چاہیے تھی مگر اس کے باوجود پی ٹی وی نے محدود وسائل میں ناظرین کو لطف اندوز کرنے کی پوری کوشش کی۔

تاریخی ڈراموں کی شوٹنگ کے لیے مختلف تاریخی مقامات پر جانے کے لیے سفری اخراجات برداشت کرنا پی ٹی وی کے بس میں نہیں تھا۔ تکنیکی اعتبار سے بھی پی ٹی وی کے پاس وہ سہولت موجود نہیں تھی۔ اس لیے ہدایت کاروں نے مخصوص وسائل میں شاندار کام کرنے کی کوشش کی۔ پی ٹی وی نے جن تاریخی و علمی شخصیات پر مبنی ڈرامے نشر کیے انھوں نے تحریکِ پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ برصغیر پاک و ہند میں بسنے والی مختلف شخصیات نے اپنا تن من دھن مسلمانوں کی آزادی کے لیے لگا دیا۔ اس لیے پی ٹی وی نے ان شخصیات کی تعلیمات اور افکار کو آجکل کے عوام کو دکھانے کے لیے تاریخی ڈرامے لکھوائے۔ "آخر شب" کے نام سے صفدر میر نے سیریز لکھی جو سلاطین دہلی اور مغلیہ بادشاہوں پر کہانیاں لکھی گئیں۔ اس کے بعد نسیم حجازی کے ناول آخری چٹان سے ماخوذ ڈراما اس کے مکالمے سلیم احمد نے لکھے۔ محمد بن قاسم کی زندگی پر بننے والا ڈراما لبیک لکھا گیا۔ مغل بادشاہ بابر کی زندگی پر ڈراما نشر ہوا۔ اس کے بعد خان آصف نے ٹیپو سلطان ڈراما لکھا جس نے کافی شہرت حاصل کی۔ آزادی کے لیے جانوں کا نذرانہ دینے والی شخصیات پر مبنی ڈراما "وفا کے پیکر" لکھا گیا۔ غازی علم الدین کے علاوہ ملنگی راجہ ناصر، پر میشر سنگھ، نظام لوہار ڈرامے لکھے گئے۔ الغرض پی ٹی وی نے

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

تاریخی ڈرامے لکھوائے تاریخی ڈراما لکھنا بہت مشکل کام ہے کیونکہ اس کے لیے مطالعہ درکار ہے کسی بھی شخصیت پر لکھنے کے لیے اس کے متعلق تحقیق کر کے ہی لکھا جاتا ہے جو آج کل کے دور میں ناپید ہوتا جا رہا ہے۔

قومی تہوار اور مذہبی بنیادوں پر مبنی بننے والے ڈرامے

قومی دنوں کے حوالے سے متعدد ڈرامے لکھے جن میں "ذرا نم ہو"، "عہد وفا"، "دیار عشق" اور "عشق سے تیر او جود" شامل ہیں۔ اصغر ندیم سید نے "چھاؤں ستارا" اور "سطح سمندر جہان نو" اور "سورج کو ذرا دیکھ" لکھ کر قومی اور مذہبی فریضہ ادا کیا۔ ڈاکٹر انور سجاد نے "بال و پر" اور ڈاکٹر طارق عزیز نے "اپنے اپنے محاذ پر" اور اشفاق احمد نے "قائداعظم" لکھ کر اس کار خیر میں اپنا حصہ ڈالا۔ پاکستان ٹیلی ویژن نے قومی، سماجی، سیاسی اور مذہبی مسائل کو اپنے ڈراموں کا حصہ بنایا۔ ان ڈراموں نے قومی و ملّی جذبے کو پروان چڑھایا اور قوم میں مثبت اور تعمیری سوچ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ پاکستان ٹیلی ویژن نے قومی، سماجی، سیاسی اور مذہبی مسائل کو اپنے ڈراموں کا حصہ بنایا۔ ان ڈراموں نے قومی اور ملی جذبے کو پروان چڑھایا اور قوم میں مثبت اور تعمیری سوچ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ 90 کی دہائی میں پی ٹی وی نے ڈرامے خریدنا شروع کیے۔ ایس این ٹی وی کے نام سے ایک چینل معرضِ وجود میں آیا۔ اس چینل کے آنے سے پی ٹی وی ڈراما متاثر ہوا۔ اگرچہ اس دوران پی ٹی وی نے معیاری ڈرامے بھی پیش کیے جن میں "دن"، "فشار" اشفاق احمد کا "من چلے کا سودا" کراچی مرکز سے "ماروی" کوئٹہ سے "دھواں" ایس ٹی این نے معاشی مفادات کی خاطر غیر معیاری ڈراما پیش کرنے شروع کیے۔ پہلے ڈراما نگار ایک سال میں اپنا اسکرپٹ مکمل کرتے تھے۔ اب سال میں دو دو تین تین ڈرامے لکھنے لگے۔ اس طرح معیاری کام کرنا بند ہو گیا۔ پی ٹی وی نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے پی ٹی وی ورلڈ کے نام سے ایک چینل بنایا جس میں مختلف ڈراما کمپنیوں سے ڈراما خریدنے شروع کیے۔ اس دوران پی ٹی وی مالی فائدے کے چکر میں پڑ گیا اور ڈرامے میں مقصدیت ختم ہو گئی۔ اسی اثنا میں پی ٹی وی نے پرائم انٹرٹینمنٹ کے نام سے ایک چینل بنایا۔ 2000 سے قبل پی ٹی وی ڈراما بھارتی ڈراموں، بھارتی فلموں اور ڈش انٹینا کے معیار کو مات دیتا تھا لیکن 2000 کے بعد پی ٹی وی نجی چینلز کے تلے دب گیا۔ 2000 کے بعد حکومت پاکستان نے مختلف چینلز کو نشریاتی لائسنس جاری کر دیے۔ سب سے پہلے اے آر وائی چینل شروع ہوا پھر اے پلس اور اس کے بعد جیو۔ پھر ہم ٹی وی بھی میدان میں اتر آیا۔ ہم ٹی وی، جیو کہانی، اے آر وائی، چینلز کو پاکستانی ناظرین دستیاب ہوئے تو پی ٹی وی کی روشنی ماند پڑ گئی۔ کچھ غیر تجربہ کار لوگ پی ٹی وی میں شامل ہونے لگے۔ سیاسی بھرتیوں نے بھی پی ٹی وی کی ساکھ کو نقصان پہنچایا۔ اکیسویں صدی

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

میں کچھ ڈراما نگاروں نے پی ٹی وی سے وابستگی ظاہر کی جن میں سیما غزل، نورالہدیٰ شاہ، جہانزیب قمر، عرفان مغل، خلیل الرحمن قمر، ظفر معراج شامل ہیں۔کام بڑھ جانے کی وجہ سے بہت سے لکھاری، ہدایت کار اور پروڈیوسرز پی ٹی وی کو چھوڑ کر چلے گئے۔پی ٹی وی نے آہستہ آہستہ اپنے ڈرامے تخلیق کرنا کم کر دیے۔اب پاکستان ٹیلی ویژن کی حالت بہت کمزور ہے جبکہ دوسرے نجی چینلز پر ڈرامے ٹیلی کاسٹ ہو رہے ہیں لیکن ماضی کا ٹی وی ڈراما اب کہانی بن چکا ہے۔

حوالہ جات

(i)ڈاکٹر فرغانہ،اردو ڈراما آزادی سے قبل،ناشر،راجھستان جے پور:رام پور روڈ،2006ء،ص:16

(ii)ابراہیم یوسف،اردو کے اہم ڈراما نگار، تقسیم کار، بھوپال: بھوپال بک ہاؤس بدھوارہ،1983ء،ص:5

(iii)وقار عظیم،مرتب، آغا حشر اور ان کے ڈرامے،ناشر،لاہور:اردو مرکز، گنپت روڈ، مئی60ء،ص:85

(iv)ہاشمی،رفیع الدین،اصنافِ ادب،لاہور:سنگِ میل پبلی کیشنز،2008ء ص138

(v)عقیل عباس جعفری،پاکستان کرونیکل، کراچی:ورثہ، فضل سنز،2010ء،ص:301

(vi)محمد شاہد حسین،ڈاکٹر،ڈراما فن اور روایت، نئی دہلی: حسین پبلشرز،1994ء،ص:89

(vii)عشرت رحمانی،اردو ڈراما کا ارتقا، علی گڑھ:ایجوکیشنل بک ڈپو، مسلم یونی ورسٹی مارکیٹ،1978ء،ص:434

---

i Dr Farghana,,Urdo darama aazadi se qabl, Raajhastan je por: raam por rod,2006, P: 16

ii Abrahim Yousuf,Urdo ke aham darama ngar,Bhopal: bhopal book house badhwarah,1983,P:5

iii Waqar Azeem , Aagha hashar or un ke darame,Lahor: Urdo markaz,ganpat rod,May 60, P: 85

iv Hashmi ,Rafi aldin,Asnaf e adb,Lahor:sang e mel publications,2008 P 138

v Aqeel Abas Jafari,Pakistan karonical, karachi: warisah, Fazl sons,2010, P: 301

vi Muhammad Shahid Hasin,Doctor,Darama fan or rawayat,Nayi Dahli : Hasin publshers,1994, P : 89

vii Eshirat Rahmani,Urdo darama ka artaqa, Ali Gadh: Edukitional book dipo,Muslim Universti markit,1978, P : 434